عرب جمہوریہ مصر ۲۳ ذی القعدہ ۱۴۴۰ھ
وزارت اوقاف ۲۶ جولائی ۲۰۱۹ء

مفادِ عامہ شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں

بیشک جو شخص اسلامی شریعت کے احکامات میں غور وفکر کرتا ہے اس پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ احکامات ملکوں اور بندوں کے مفادات کو ثابت کرنے اور انسانی نفوس کو اعلی ترین مقامات پر فائز کرنے کے لئے آئے ہیں، ہر وہ چیز جو لوگوں کے لئے مفادِ عامہ کا باعث بنے وہ شریعت کے مطابق وموافق ہوگی اگرچہ اس کے بارے میں کوئی صریح نص نہ بھی وارد ہوئی ہو اور ہر وہ چیز جو لوگوں کے مفادات اور ان کے فائدوں سے متصادم ہوگی اس کی شریعت مطہرہ میں کوئی اصل نہیں ہے۔

بیشک دینِ متین نہ تو انفرادیت پسندی، انانیت اور منفی رجحان کو جانتاہے اور نہ ہی شخصی مفاد کو مفادِ عامہ پر ترجیح دینے کو جانتاہے، بلکہ وہ تو مفادِ عامہ، سچے ایثار و قربانی اور نیکی وتقوی میں باہمی تعاون کو جانتاہے تاکہ مطلوبہ ترقی یافتہ معاشرہ اور قابلِ تعریف باہمی کفالت وجود میں آسکے اور اس میں ایک فرد کی کوشش تمام افراد کی خاطر ہو تاکہ بیک وقت فرد اور باقی تمام لوگوں کے لئے بھلائی حاصل ہو سکے اور فرزندانِ وطن کے دلوں میں ایک ایسے جسم کا احساس گہرا ہو جائے کہ جب اس کا ایک حصہ تکلیف کی شکایت کرتا ہے تو اس جسم کے سارے حصے بے خوابی اور بیماری مبتلا ہو جاتے ہیں۔

بیشک جو شخص قرآن کریم میں غور وفکر کرتا ہے یقینا اسے اس حقیقت کا ادراک ہو جاتا ہے کہ لوگوں کے لئے شرعی احکامات نافذ کرنے کا عمومی اور کلی مقصد لوگوں سے شر اور تکلیف کو دور کرنے اور ان کے لئے بھلائی اور نفع لانے کے ذریعے ان کے مفادات کو پورا کرنا ہے، قرآن کریم نے اس بات کی تاکید کی ہے کہ مصلحت کی

حفاظت کرنا اور مفادِ عامہ کو بروئے کار لانا تمام انبیا ور سل کا طریقہ ہے، اللہ تعالی نے ہر رسول اور نبی کو اپنی قوم سے کسی دنیاوی مفاد یا اجرت کا انتظار کئے بغیر ان کی بھلائی اور سعادت مندی کے لئے بھیجا ہے۔ اللہ تعالی نے اپنے نبی نوح علیہ السلام کی زبان پر ارشاد فرمایا: {وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ} "اے میری قوم! میں تم سے اس پر کوئی مال ودولت طلب نہیں کرتا، میرا اجر تو صرف اللہ کے ذمہ پر ہے"۔ اپنے نبی ھود علیہ السلام کی زبان پر ارشاد فرمایا: {يَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي أَفَلَا تَعْقِلُونَ} "اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر صرف اس کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے، کیا تم عقل نہیں رکھتے"۔ ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے گڑگڑا کر دعا مانگتے ہیں یہ دعا ان کی لوگوں کے لئے بھلائی کی خواہش کو ظاہر کرتی ہے عرض کرتے ہیں: {رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ} "اور جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب اسے امن والا شہر بنادے اور اس کے باشندوں کو طرح طرح کے پھلوں سے نواز ان لوگوں کو جو ان میں سے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے"۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ یہاں شہر سے مراد اس کے باشندے ہیں، اسی طرح ان کے لئے ایسے رزق کی دعا مانگی جو انہیں دوسرے سے مستغنی کردے کیونکہ جب ملک پر امن ہوگا اور اس میں لوگوں کو ضروریاتِ زندگی میسر ہونگی تو یہ چیز وہاں کے رہنے والوں کو اطمینان وسکون کے ساتھ اللہ کی اطاعت کرنے پر معاون ثابت ہوگی اور وہ زمین کو آباد کرنے اور اس کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ اس تخلیق سے اللہ تعالی کی مراد پوری ہوسکے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: {هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا} "اسی نے تمھیں زمین سے پیدا فرمایا اور اس میں تمھیں آباد کیا"، دوسری جگہ پر فرمایا: {وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا} "اور زمین میں اس کے سنور جانے کے بعد فساد انگیزی نہ کرو"۔

شریعتِ محمدی اس لئے آئی ہے تاکہ وہ اس معتدل انسانی اور اصلاحی اصول کی قدر ومنزلت کو بلند کرے اور مفادِ عامہ کو شخصی مفاد پر ترجیح دینے اور اولویات کو ترتیب دینے کے ذریعے معاشرے کے استحکام کی حفاظت اور اس کی تعمیر وترقی کے لئے کوشش کرنے کے اصول وقواعد پختہ کرے تاکہ زندگی منظم اور مستحکم ہو سکے۔ سیرتِ نبوی اور صحابہ کرام کی زندگی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں:

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے کہا: "اگر ہم پیٹ بھر کر کھانا چاہتے تو ہم کھا سکتے تھے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے"، آپ صلی اللہ علیہ وسلم شدید ضرورت کے باوجود دوسروں کو اپنی ذات اور اپنے اہلِ خانہ پر ترجیح دیتے تھے، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک شخص اپنی سواری پر آیا، راوی کہتے ہیں کہ وہ اپنی نگاہ دائیں بائیں پھیرنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس ایک سے زائد سواری ہے وہ اسے اس شخص کو دے دے جس کے پاس کوئی سواری نہیں ہے اور جس کے پاس ضرورت سے زائد زادِ راہ ہے وہ اس شخص کو دے دے جس کے پاس زادِ راہ نہیں ہے، راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی مختلف اصناف کا ذکر کیا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ ضرورت سے زائد مال میں ہم میں سے کسی کا کوئی حق نہیں ہے"۔

البخاری ومسلم کی صحیحین میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں: ایک غریب عورت اپنی دو بچیوں کو اٹھائے ہوئے میرے پاس آئی، میں نے اسے کھانے کے لئے تین کھجوریں دیں تو اس نے دونوں بچیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دی اور ایک کھجور کھانے کے لئے اپنے منہ کی طرف بلند کی تو دونوں بچیوں نے اس سے وہ کھجور بھی کھانا چاہی پس وہ عورت جو کھجور کھانا چاہتی تھی اس کے دو حصے کرکے ان دونوں کو دے دی،

اس کے فعل نے مجھے حیران کر دیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے اِس فعل کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیشک اللہ نے اس کے لئے اس فعل کے بدلے جنت واجب کر دی ہے یا اسے جہنم سے آزاد کر دیا ہے"، جب یہ اس عورت کی جزا ہے جس نے اپنی بیٹی کو اپنی ذات پر ترجیح دی ہے تو اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو کمزور، ضرورت مند اور غریب شخص کو اپنی ذات پر ترجیح دیتا ہے ؟۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہمارے سامنے ہے کہ جب عام الرمادۃ میں مسلمانوں پر فقر اور بھوک نے شدت اختیار کی اور ان کا سامانِ تجارت ملک شام سے واپس آ چکا تھا اور یہ سامانِ تجارت ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا جو گیہوں، تیل اور کشمش سے لدھے ہوئے تھے، مدینہ کے تاجر ان کے پاس آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم جو چاہتے ہیں وہ آپ جانتے ہی ہیں، آپ ہمیں اپنا سامانِ تجارت فروخت کر دیں، آپ کو پتہ ہے کہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم مجھے اس پر کتنا نفع دو گے ؟ انہوں نے کہا: ہم ایک درھم پر دو درھم نفع دیں گے، آپ نے انہیں کہا: مجھے اس سے زیادہ نفع دیا گیا ہے، انہوں نے کہا: ہم ایک درھم پر چار درھم نفع دیں گے، آپ نے کہا: مجھے اس سے بھی زیادہ نفع دیا گیا ہے، انہوں نے کہا: ہم ایک درھم پر پانچ درھم نفع دیں گے، آپ نے کہا: مجھے اس سے بھی زیادہ نفع دیا گیا ہے، انہوں نے آپ سے کہا: اے ابو عمرو، مدینہ میں ہمارے علاوہ کوئی تاجر باقی نہیں رہا اور نہ ہی ہم سے پہلے کوئی تاجر آپ کے پاس آیا ہے تو کس نے آپ کو یہ نفع دیا ہے ؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالی نے مجھے ہر درھم کے بدلے دس درھم دیے ہیں کیا تمہارے پاس اس سے زیادہ ہے ؟ انہوں نے کہا: نہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ ان اونٹوں کی پشتوں پر جو بھی سامانِ تجارت ہے میں اسے اللہ کی رضا کی خاطر غریب اور مسکین مسلمانوں پر صدقہ کرتا ہوں"۔

اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بئر رومہ یعنی رومہ کا کنواں خریدنے کا اشارہ کیا جو کہ ایک یہودی شخص کی ملکیت میں تھا اور وہ پانی بہت مہنگا دیتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو رومہ کا کنواں خریدے گا اس کا اس میں سے ایک ڈول پانی نکالنا ایسے ہی ہے جیسے تمام مسلمانوں کا اپنے ڈولوں سے پانی نکالنا ہے" عثمان رضی اللہ عنہ یہودی کے پاس گئے اور اس کی قیمت لگائی تو اس نے سارا کنواں فروخت کرنے سے انکار کر دیا، آپ نے بارہ ہزار درھم کے بدلے آدھا کنواں خریدا اور اسے مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا، ایک دن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے ہوتا تھا اور ایک دن یہودی کے لئے، جب عثمان رضی اللہ عنہ کا دن آتا تو مسلمان اتنا پانی بھر لیتے جو دو دن کے لئے کافی ہوتا، جب یہودی نے یہ دیکھا تو اس نے کہا: آپ نے میرا کنواں خراب کر دیا ہے، تم دوسرا آدھا حصہ بھی خرید لو، تو عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے خرید لیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تکمیل کرتے ہوئے کیا تھا اور آپ نے اس کو مسلمانوں کے مفادِ عامہ کے لئے خریدا تھا۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں جب مسجد حرام لوگوں کے لئے تنگ پڑ گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے مسجد کے پڑوس میں رہنے والوں کو اپنے گھر فروخت کرنے پر مجبور کیا اور انہیں کہا: تم نے کعبہ کے پڑوس میں آکر سکونت اختیار کی ہے کعبہ نے تمہارے پڑوس میں سکونت اختیار نہیں کی۔

اسی طرح عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بھی ایک مرتبہ یہی کام کیا اور انہیں کہا: "میرے حلم وبردباری نے تمہیں دلیر بنا دیا ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے بھی تمہارے ساتھ یہ کام کیا تھا تو تم نے کوئی بات نہیں کی تھی"۔ یہ تمام واقعات ضروریاتِ عامہ اور عام اداروں کے مفاد کی خاطر شخصی ملکیت چھیننے کے جواز پر دلالت کرتی ہے

جیسا کہ راستوں اور قبرستان کی توسیع، مساجد کی تعمیر، قلعوں کی تعمیر، ہسپتال، سکولز، پناہ گاہیں وغیرہ کی تعمیر ہے کیونکہ مفادِ عامہ شخصی مفاد پر مقدم ہے۔

اسی طرح ہم اس بات کی بھی تاکید کرتے ہیں کہ دین کا صحیح فہم اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ لوگوں کے حالات وواقعات کا لحاظ رکھنا اور معاشرے کی اہم ضروریات کو پورا کرتے ہوئے اولویات کو ترتیب دینا اس مفادِ عامہ کی صورتوں میں شمار ہوتا ہے جس کے بارے میں دینِ حنیف نے ترغیب دی ہے۔ اگر معاشرے کو ہسپتالز تعمیر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ انہیں تیار کر کے مریضوں کا علاج معالجہ اور ان کی دیکھ بھال کی جائے تو انہیں اولویت حاصل ہو گی اور اگر معاشرے کو سکولز اور انسٹیٹوٹ کی ضرورت ہے تاکہ انہیں تیار کر کے طالب علموں کو تعلیم دی جاسکے اور ان کی دیکھ بھال کی جاسکے تو انہیں اولویت کا درجہ حاصل کا ہو گا اور اگر تنگ دست لوگوں کے لئے شادی آسانی کرنے، مقروضوں کے قرض ادا کرنے کی شدید ضرورت ہے تو اولویت ان کاموں کو حاصل ہو گی۔

برادرانِ اسلام !

اسلام نے نیک اعمال میں بھی اولویت کی ترتیب کو پیش نظر رکھا ہے اور تفاوت کے وقت مصلحتِ عامہ کو شخصی مصلحت پر مقدم کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ مصلحتِ عامہ کا فائدہ دوسرے لوگوں تک پہنچتا ہے جبکہ شخصی مصلحت کا فائدہ صرف اس شخص کو ہی حاصل ہوتا ہے، اگر کوئی شخص کسی ادارے میں کام کرتا ہے اور اس کام پر اسے اجرت ملتی ہو اور وہ اپنی ساری رات صلاۃ و قیام میں گزار دے اور جب صبح ہو تو وہ تھکا ماندہ اپنے کام پر چلا جائے اور اپنی ذمہ داری کو بھی احسن طریقہ سے ادا نہ کرے اور اس کی وجہ سے اس ادارے اور جن لوگوں کے لئے یہ ادارہ کام کر رہا ہے ان کے منافع معطل ہو جائیں تو کیا یہ امانت کو ضائع کرنا، لوگوں کے مال کو ناحق کھانا اور

اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں کوتاہی کرنا نہیں ہے ؟اِس سے اس شخص نے نوافل کی ادائیگی کے لئے واجبات کو ضائع کر دیا ہے، اور بلاشبہ یہ مقاصدِ دین سے لاعلمی ہے، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خوب فرمایا تھا جب آپ بسترِ مرگ پر تھے تو آپ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ایک وصیت لکھی اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ: " اور جان لے اللہ کے لئے ایک عمل رات کو ہے جسے وہ دن میں قبول نہیں کرتا اور ایک عمل دن کو ہے جسے وہ رات کو قبول نہیں کرتا اور وہ نفل کو قبول نہیں کرتا یہاں تک کہ فرض کو ادا کیا جائے"۔

دین کا صحیح فہم جو اس زمانے کے حالات سے موافقت رکھتا ہے اور لوگوں کے حالات وضروریات کو پیشِ نظر رکھتا ہے وہ اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ فہم کا دائرہ کار صرف چند فقہی احکامات تک ہی محدود نہیں ہونا چاہیے کہ ہم ان کو ہی پڑھتے پڑھاتے رہیں اور ان اولویات یا مقاصد یا حالات وواقعات کو سمجھنے اور ان میں غور وخوض کرنے کی کوشش نہ ہی کریں جن سے لاعلم رہنے سے شریعت کے مقاصد کا سب سے اعلی مقصد مفقود ہو جاتا ہے۔ دینِ حنیف کے احکامات کی مقاصدی فہم اور فقہ اولویات کی ترتیب کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہم اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ معاشرے اور لوگوں کی ضروریات پوری کرنا بار بار حج وعمرہ کرنے سے زیادہ بہتر اور مقدم ہے کیونکہ لوگوں کی ضروریات پوری کرنا جیسا کہ تنگ دست کے لئے آسانی کرنا، اس کی ضرورت پوری کرنا، یا فقیر پر صدقہ کرنا اور اس کی کفالت کرنا یا جیل میں کسی مقروض قیدی کو رہا کرانا یہ سب فرض کفایہ میں شمار ہوتے ہیں اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ فرض کفایہ تمام نوافل پر مقدم ہے اور بار بار حج وعمرہ کرنا بھی نوافل میں شامل ہے۔

آج ہمیں اپنے دین کی ایسی صحیح فہم اور اپنے حالات کا ایسا صحیح ادارک کرنے کی کتنی اشد ضرورت ہے جو ہمیں اس قابل بنادے کہ ہم اپنے دینِ متین کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اور اپنے وطن کی تعمیر وترقی، عروج اور

اس کے شایانِ شان مقام تک اس کی رسائی کی خواہش کو پورا کرتے ہوئے اپنے ارد گرد در پیش خطرات کے حجم کا اندازہ لگا سکیں اور مکمل اخلاص کے ساتھ مصلحتِ عامہ اور مفادِ عامہ کو شخصی مصلحت پر مقدم کر سکیں۔

اے اللہ عالمِ اسلام اور اس کی عوام کو ہر شر اور برائی سے محفوظ رکھ۔ آمین